سانحہ راولپنڈی پر ناظم اعلیٰ کا انٹرویو

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[سانحہ راولپنڈی کے حوالے سے گذشتہ دنوں روزنامہ امت نے ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری سے ایک انٹرویو لیا، ذیل میں وہ انٹرویو قارئین وفاق کی خدمت میں پیش ہے۔..........................ادارہ]

س:......حکومت وانتظامیہ اتوار کو دو بجے لیاقت باغ میں جنازے پڑھانے سے کیوں انکاری ہوئی اور مذاکرات طویل کیوں ہو گئے؟

ج:......پہلے تو سول انتظامیہ نے مان لیا تھا کہ جنازے اگلے دن لیاقت باغ میں ہوں گے، لیکن اس میں سیکورٹی ادارے آڑے آ گئے، ان کا موقف تھا کہ کرفیو کے دوران وہ ہزاروں افراد کو کرفیو زدہ علاقے میں آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ دوسری وجہ یہ بتائی گئی کہ اس اجتماع میں شر پسند عناصر بھی آسکتے ہیں اور گڑبڑ کر سکتے ہیں جبکہ ہمارا موقف واضح تھا کہ وعدے کے مطابق ہمیں نماز جنازہ پڑھنے دی جائے، بالآخر ہمارا موقف مان لیا گیا، جہاں تک تین جنازوں کا تعلق ہے تو دیگر افراد کی میتیں اس دوران ان کے لواحقین کے حوالے کر دی گئی تھیں، جو انہیں لے کر چلے گئے تھے۔

س:......حکومت نے اس سانحے کے حوالے سے کیا وعدے کئے ہیں؟

ج:......ہم نے اس تاثر کی بھرپور نفی کی کہ اشتعال انگیزی کا آغاز مسجد سے ہوا، اس بارے میں قاری اشرف علی کے مطابق، قاری شاکر محمود اور مفتی امان اللہ کی تقاریر کی ریکارڈنگ موجود ہے اور وہ انتظامیہ اور علما کو اس کی کیسٹ فراہم کر دیں گے جبکہ ہمارے نزدیک بھی یہ الزام قطعاً قابل قبول نہ تھا کہ مسجد کے اسپیکر سے اہل بیت کے بارے میں نازیبا الفاظ ادا کئے گئے ہوں، جس کا ردعمل ہوا، یہ یکطرفہ کارروائی تھی، جس میں ایک بھی حملہ آور زخمی نہیں ہوا جبکہ مسجد کے اندر درجنوں افراد شہید و زخمی ہوئے، مولانا اشرف علی نے جب حملہ آوروں کی سفاکی اور درندگی کے مناظر بیان کئے تو وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے بھی کانوں کو ہاتھ لگائے کہ راولپنڈی میں بھی اتنی درندگی ہو سکتی ہے، ہمارا حکومت سے مطالبہ تھا کہ مجرموں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے اور ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے، حکومت نے وعدہ کیا ہے،

ہم نے ان کو یہ بھی بتادیا ہے کہ اب باتوں اور وعدوں کا وقت نہیں ہے، اگر عملی اقدامات نظر نہ آئے تو حالات کے بگڑنے کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔

س:......آپ سے کئے گئے وعدوں پر کب عمل ہوگا جبکہ تاجر برادری نے عدمِ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے مظاہرے بھی شروع کردیئے ہیں؟

ج:......ہم نے بھی اپنے مذاکرات میں تاجر برادری کو شریک ہونے کی دعوت دی تھی، لیکن ان کا موقف تھا کہ وہ وزیر اعلیٰ سے الگ ملاقات کریں گے اور ان کی میٹنگ طے ہوچکی ہے، اس کے باوجود ہم نے اپنے مذاکرات میں مارکیٹ کی تعمیر اور تاجروں کا نقصان پورا کرنے کے حوالے سے بھی مطالبات پیش کئے ہیں، ہمارا اب بھی تاجروں سے رابطہ ہے، تاجروں نے ہمارے مطالبات یعنی مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی حمایت کی ہے، لیکن شاید انہیں حکومت کے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے، اس لئے وہ احتجاج کررہے ہیں، ہم ان کے مطالبات کی پرزور حمایت کریں گے، حکومت تاجروں کو مطمئن کرے، تاجروں کا تقریباً تین سے چھ ارب روپے کا نقصان ہوا ہے، حکومت کے لئے مکمل نقصان پورا کرنا مشکل ہوگا، لیکن ان کے اطمینان کے لئے حکومت کو اقدامات کرنے چاہئیں۔

س:......حکومت نے اس سانحے کو کس کی غلطی قرار دیا اور آئندہ کے لئے کیا اقدامات تجویز ہوئے؟

ج:......اگر بنیادی طور پر حکومت اور سول ادارے اپنا کام دیانت داری سے کرتے تو یہ سانحہ نہ ہوتا، اب بھی خطرات موجود ہیں، اگر قاتلوں کو گرفتار نہ کیا گیا اور مجرموں کو سزا نہ دی گئی تو حالات خراب ہونے کی ذمہ دار حکومت ہوگی، علماء کے وفد نے جلوس کے روٹ پر بھی بات کی ہے، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف اور وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کو بھی صورتحال کی سنگینی کا احساس ہے۔

س:......شہید ہونے والوں کی تعداد میں ابہام اب بھی موجود ہے؟

ج:...... پہلے ہمیں نو میتیں بتائی گئی تھیں، چھ ان کے ورثا کے حوالے کی گئیں جبکہ تین کا جنازہ ہم نے پڑھا، دو زخمی بھی بعد میں شہید ہوگئے، مجھے اطلاع ملی ہے کہ باورچی خانے سے باورچی کی لاش ملی ہے۔

س:......کیا آپ سمجھتے ہیں کہ حکومت کے ساتھ مذاکرات یا احتجاج سے مطالبات مان لئے جائیں گے یا دینی مدارس کو قانون ہاتھ میں لینے پر مجبور کیا جارہا ہے؟

ج:......اس کا انحصار حکومت کی سنجیدہ کارروائی اور اس کے عملی اقدامات پر ہے، ہم حکومت کو پورا موقع دیں گے اور اس کے اقدامات کا انتظار کریں گے، تاہم زبانی دعوؤں کا وقت گزرچکا ہے، جب ہمیں نظر آئے گا کہ حکومت غیر سنجیدہ ہے تو ہم اگلا لائحہ عمل طے کریں گے۔

☆......☆......☆

اردو زبان کی خصوصیات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اہل حق اور جدید طرز کی تقریروں میں فرق:......اہل حق اور جدید طرز کے لوگوں کی تقریر میں جو فرق میں نے دیکھا، وہ یہ ہے کہ جدید طرز کی تقریریں پہلی نظر میں نہایت وقیع اور موثر ہوتی ہیں اور حق انہیں میں منحصر معلوم ہوتا ہے، لیکن جب ان میں غور کیا جائے تو ان کی حقیقت کھلتی جاتی ہے اور ان کا لچر، کمزور اور خلاف واقع ہونا، پُرتلمیع ہونا معلوم ہوتا جاتا ہے اور اہل حق کی تقریریں نظر اول میں بے رنگ اور پھیکی معلوم ہوتی ہیں، لیکن جتنا ان میں غور کیا جائے تو ان کی قوت اور مطابق واقع ہونا معلوم ہوجاتا ہے اور قلب پر نہایت گہرا اثر ان کا ہوتا ہے کہ اس کے سامنے تمام تعلیمات قلب سے دُھل جاتی ہیں۔

یہاں سے اس اعتراض کا جواب بھی نکل آیا جو آج کل کے علماء پر منجملہ دوسرے اعتراضات کے وہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان کو لیکچر دینا نہیں آتا، وہ جواب یہ ہے کہ جب ہمارے پاس قرآن شریف اور حدیث شریف ہے اور اس کی تعلیمات کا سرمایہ موجود ہے تو ہم کو کسی ظاہری آب وتاب کی کیا ضرورت ہے، خوب کہا ہے:

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست ۔۔۔ بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

سادگی:......لیکن لیکچروں کا طرز سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہم تو صاف کہتے ہیں کہ جو شخص لیکچر کے طرز کو اختیار کرتا ہے، وہ اول ہمارے دل میں ناپسندیدگی کا بیج بوتا ہے، ہم کو تو وہی طرز پسند ہے جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے: ''نحن أمة أمية'' أمية کے معنی سادگی کے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل مرضی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہایت سادہ رہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نحن'' لفظ فرما کر ساری امت کو شامل فرمالیا، یہی روح ہے اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ ہر بات میں بالکل سادگی ہو۔''امية'' ''ام'' کی طرف منسوب ہے، مطلب یہ ہے کہ ہماری زندگی ایسی رہے، جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد والی بچہ کی زندگی ہوتی ہے کہ اس کی کوئی حرکت بھی تصنع اور بناوٹ کی نہیں ہوتی، بلکہ ہر حرکت میں بے ساختگی ہوتی ہے اور بچوں کی یہی صفت ہے جس کی وجہ سے ہر

شخص کو ان سے محبت ہوتی ہے، ورنہ طبعاً بچوں سے جو کہ نجاست کے پوٹ ہوتے ہیں، بہت نفرت ہونی چاہئے تھی اور یہی بے ساختگی ہے کہ جن بوڑھوں میں یہ پائی جاتی ہے، آج ہماری آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے حسین ان پر جان فدا کرتے ہیں، تو اصلی مفہوم 'امیتة'' کا یہی بے ساختگی ہے اور نہ لکھنا پڑھنا جو''امیت'' کا مشہور مفہوم ہے، یہ بھی اس کا ایک شعبہ ہے۔

سادگی کے ساتھ صفائی:......تو بیان میں بھی بناوٹ اور تکلف بالکل نہ ہونا چاہئے اور تلبیس اور تلمیع سے بالکل پاک ہونا چاہئے، البتہ بیان میں سادگی کے ساتھ صفائی ہونی ضروری ہے، لیکن اب یہ طرز بالکل چھوٹتا جاتا ہے، ہم اہل علم کو دیکھتے ہیں کہ ان میں ایک تو رواجِ زبان کا طرز آجاتا ہے، حالانکہ قطع نظر شریعت کے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہماری مادری زبان اردو ہے اور اس میں کچھ خصوصیات ہیں، جیسا کہ ہر زبان کے لئے کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہیں، اب اس طرزِ جدید کو اختیار کرکے انگریزی کی خصوصیات کو زبانِ اردو میں لے لیا گیا ہے اور وہ روز بروز زیادتی کے ساتھ آتی جاتی ہیں، حالانکہ انگریزی کی خصوصیات اس میں بالکل نہیں کھپتیں۔

اردو زبان کی خصوصیات:......ان کی بدولت زبان بالکل بھدی اور خراب ہوتی جاتی ہے، ایسے لوگوں میں اس وقت ایک بڑی جماعت اپنے کو اردو کا حامی کہتی ہے، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ لوگ اردو کے حامی نہیں، کیونکہ ہر زبان میں ایک مادہ ہوتا ہے اور ہیئت، اردو زبان ان دونوں کے مجموعے کا نام ہے، نہ کہ صرف مادہ کا، تو جب زبانِ اردو کی ہیئت باقی نہ رہے گی تو وہ زبان اردو کیونکر رہے گی؟ پس اگر ہم اردو کے حامی ہیں تو ہم کو چاہئے کہ ہم اس کی خصوصیات کو باقی رکھیں اور ہماری گفتگو ایسی ہو کہ اگر کوئی اجنبی سنے تو یہ سمجھے کہ ہم ایک حرف بھی انگریزی کا نہیں جانتے اور نہ انگریزی طرز سے ہم کو مناسبت ہے اور اس سے بھی بڑا تعجب یہ ہے کہ اس وقت عربی طلبہ کی تقریر میں کثرت سے انگریزی الفاظ آنے لگے ہیں، حالانکہ ان کی تقریر میں اگر دوسری زبان کے الفاظ آتے تو عربی کے الفاظ آتے، کیونکہ اول تو یہ لوگ عربی زبان کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، دوسرے عربی ہماری مذہبی زبان ہے اور اس اعتبار سے ان کی اصلی زبان وہی ہے اور اردو زبان تو بہت تھوڑے دنوں سے ہماری زبان ہوئی ہے، ورنہ ہماری اصلی زبان اور پدری زبان عربی ہی ہے، کیونکہ ہمارے آباؤ اجداد عرب ہی سے آئے ہیں اور ہندوستان میں بود و باش اختیار کرلی ہے۔

اصل اردو:......غرض جب ہماری اصلی زبان عربی ہے تو اگر ہم کو اردو میں آمیزش ہی کرنا تھی تو اس بناء پر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کرتے کہ اردو زبان کو عربی کے تابع کردیتے، مگر تعجب یہ ہے کہ ہم نے انگریزی کے تابع کیا کہ جس کی بدولت اردو زبان قریب قریب اردو ہونے ہی سے نکل گئی، اصل زبان اردو وہ ہے، جیسے چہار درویش یا اردوئے معلیٰ غالب کی، اگر اس میں آمیزش ہو تو عربی کی آمیزش ہونی چاہئے کہ عربی کی آمیزش لطف کو دوبالا کردیتی ہے، دیکھو فارسی کی عبارت میں اگر کہیں ایک جملہ عربی کا آجاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے گل فشانی ہوگئی ہو۔